OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

پیٹر کوٹریل کی کتاب "Muhammad The Man who transformed Arabia": ایک تنقیدی مطالعہ

A Critical Study of Peter Cottrell's book "Muhammad the Man who Transformed Arabia"

Sana Musarrat
M. Phil Scholar Islamic studies, The Women University, Multan-Pakistan
Dr. Sumera Safder
Lecturer, Islamic studies, The Women University, Multan-Pakistan

Abstract

This study offers a critical evaluation of Peter Cottrell's Muhammad: The Man Who Transformed Arabia. While introduced as a historical biography, the work reflects a pronounced orientalist bias, largely echoing the framework of W. Montgomery Watt. Cottrell systematically reduces the spiritual, moral, and revelatory aspects of the Prophet Muhammad's (PBUH) mission to purely political and socio-cultural explanations. His narrative distorts the Prophet's marriages, detaching them from their ethical wisdom and social necessity, and interprets the military campaigns as calculated political maneuvers rather than divinely guided struggles for justice and peace. Moreover, the book casts suspicion on the authenticity of the Qur'an and Hadith, and even questions the Prophet's noble lineage (Nasb-e-Mutahharra), overlooking the rigor of traditional Islamic scholarship. The analysis reveals methodological weaknesses, selective use of sources, and continuity with earlier orientalist traditions. The study concludes that although the book is accessible in style, it fails as an impartial or comprehensive account and instead perpetuates

CC BY

misconceptions, reinforcing a reductionist Western paradigm in Seerah studies.

Keywords: Peter Cottrell, Muhammad: The Man Who Transformed Arabia, Orientalism, Montgomery Watt, Prophetic Biography, Qur'an and Hadith, Critical Review

تمہید

پیٹر کوٹریل کا شمار ان سیرت نگاروں میں ہوتا ہے جنہوں نے تحریک استشراق کے پلیٹ فارم سے بغض رسول ﷺ میں لکھا ہے۔ 1930ء کو مالٹا میں پیدا ہونے والے پیٹر کوٹریل کا والد رائل ائیر فورس میں ایک افسر تعینات تھا۔ انگلینڈ میں لندن یونیورسٹی تعلیم حاصل کی اور فزکس اور ریاضی کے مضامین میں ڈگری حاصل کی۔ بعد ازاں تھیولوجیکل کالج میں داخلہ لیا اور تھیولوجی میں ڈپلومہ کیا۔ ملک میں زبانوں کی کثرت سے متاثر ہو کر اس نے لسانیات میں پی ایچ ڈی کی۔ 1957 میں اس نے جیر الڈائن بروڈی سے شادی کی اور صرف پانچ ہفتے بعد وہ یمن میں چند ماہ اور پھر ایتھوپیا میں 24 سال کے لیے روانہ ہوا۔[1] ڈاکٹر کوٹریل نے 30 سال سے زیادہ عرصے تک اسلام پر پڑھایا اور لیکچر زدیئے۔ 20 سال سے زیادہ عرصے تک وہ ایتھوپیا میں رہتا اور کام کرتا رہا۔ لندن سکول آف تھیولوجی میں 24 سال تک لیکچر زدیئے۔ پیٹر کوٹریل نے مشرق شناسی کے مخصوص اہداف کے حصول کے لیے اسلامک ریسرچ سنٹر قائم کیا۔ 1995 میں پرنسپل کے طور پر ریٹائرڈ ہوا اور ایک سال بعد ایتھوپیا کے گریجویٹ اسکول آف تھیولوجی شروع کرنے کے لیے دوبارہ ایتھوپیا چلا گیا۔ اپنی تعلیم جاری رکھی اور ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری و ساری رکھا اور بے شمار مضامین کے ساتھ ساتھ 20 سے زائد کتابیں لکھی۔ قیادت، تدریس اور تحقیق میں اسکی خدمات اور کارناموں کی یاد میں، پی ایچ ڈی ریسرچ سینٹر کا نام ڈاکٹر ایف پیٹر کوٹرل کے نام پر رکھا گیا۔ پیٹر کوٹریل کی وفات 1921 کو ہوئی۔[2]

MUHAMMAD The man who transformed Arabia کا تعارف

یہ کتاب 233 صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے آغاز میں مصنف عرب کے مختلف نقشے اور آنحضور ﷺ کی آمد کے وقت کا نقشہ بھی پیش کرتا ہے۔[3] تعارف میں کتاب کے لکھنے کی وجہ، طریقہ کار، اور اہم ماخذ کا ذکر کرتا ہے۔[4] کتاب کو چار حصوں اور دس ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔[5] پہلے دو حصوں میں آنحضور ﷺ کی مکی زندگی پر اور اگلے دو حصوں میں آنحضور ﷺ کی مدنی زندگی پر بات کرتا ہے۔ ہر باب کے اختتام پر اس باب کے مصادر لکھتا ہے۔[6] کتاب کے اخر میں اشاریہ (index) ہے جس میں مصنف نے کتاب میں وارد اعلام اور اماکن کے بارے میں صفحہ نمبر کے ساتھ لکھا ہے۔[7] جس سے قاری کو پڑھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ اس کے بعد مصنف کا تعارف لکھا ہے۔[8]

تعارفی آغاز میں مصنف نے کتاب کے پہلے حصے میں آنحضور ﷺ اور حضرت عیسیٰؑ کا تقابلی جائزہ دیتا ہے جس میں آپ ﷺ کو پر تشدد اور حضرت عیسیٰؑ کو امن کا سفیر بتاتا ہے۔[9] اپنے باب کے پہلے حصے کا ذیلی عنوان ہی گمراہ کن رسول / مبہم رسول رکھتا ہے جس سے کتاب کے آغاز میں ہی اس کے تعصب و حسد کا اندازہ ہو جاتا ہے[10]۔ اسی طرح اس حصے میں سیرت رسول ﷺ کے اولین ماخذ (قرآن، حدیث، سنت اور ابن اسحاق) نہ صرف ذکر کرتا ہے بلکہ ان پر شکوک و ابہام بھی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔[11] یہ کتاب مصنف نے زمانی ترتیب سے لکھی ہے لیکن کچھ واقعات کا دوسرے واقعات سے تقابل کرتے ہوئے دہراتا بھی ہے مثلاً حضرت زینبؓ کی شادی کے واقعہ کا ذکر اپنے موقف کی تائید کے لیے تین بار کرتا ہے۔[12] کئی مقامات پر یہودیوں

کے ساتھ سلوک پر تنقید کرتے ہوئے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حسن سلوک اور حکمت عملی پر تنقید کرتا ہے۔ مثلاً فتح مکہ، غزوہ حنین کے واقعے کے دوران تنقید کرتا ہے کہ قریش نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور صحابہ کرامؓ پر ظلم وستم کی انتہا کر دی اور قتل کرنے کی سازش تک کی لیکن یہودیوں نے تو صرف مخالفت کرنے کا سوچا ہی تھا۔ لیکن مکہ والوں کو تو معاف کر دیا لیکن یہودیوں کو سخت سزائیں دی گئی۔[13] ان اعتراضات کا جواب اس مقالہ کے چوتھے باب میں دیا گیا ہے۔

علمی پس منظر سے شعوری انحراف

مصنف ابتداء میں ہی یہ واضح کرتا ہے کہ اس کتاب کا مقصد علمی حلقے نہیں بلکہ عام قارئین ہیں۔ لہٰذا حوالہ جات اور حواشی کی کثرت سے گریز کیا گیا ہے۔ تاکہ مطالعے کی روانی متاثر نہ ہو[14]۔ یہ طرزِ تحریر بظاہر عام قاری کے لیے سود مند نظر آتا ہے، تاہم علمی تحریر کے بنیادی تقاضوں سے اجتناب ایک سنجیدہ تنقیدی نکتہ ہے۔ اور اس سے یہ تاثر بھی پیدا ہوتا ہے کہ مصنف نے علمی احتساب سے خود کو جزوی طور پر بری الذمہ قرار دے دیا ہے۔ سنجیدہ علمی مکالمے کے لیے حوالہ جات کی تفصیل بنیادی ضرورت سمجھی جاتی ہے، جس سے اجتناب بعض اوقات دلیل کی کمزوری کو چھپانے کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ یہ رجحان قاری کو محض مصنف کی ذاتی رائے پر انحصار کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ مصنف پوری کتاب میں اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ اگر کوئی مستند مصدر استعمال کرتا ہے تو اس میں اپنی مشکوک رائے سے قاری کو شک میں ڈالنے کی مذموم کوشش کرتا ہے۔

مصادر و مراجع کا انتخاب

مصنف نے اپنی کتاب کے شروع میں جن کتب کو بطور ماخذ استعمال کرنے کا ذکر کیا ہے، ان میں بعض مستند اور بعض مغربی زاویہ نگاہ سے متاثر کتابیں شامل ہیں، جیسے:

- *The Meaning of the Holy Qur'an* از یوسف علی، ایک مستند ترجمہ اور تفسیر ہے؛
- جبکہ *The Life of Muhammad*، گیوم کی کتاب ہے جو ابن اسحاق کی سیرت پر مبنی ہے، مگر اس میں حذف و اضافہ کا امکان بھی زیر بحث آتا ہے۔
- *Islam in Context* جیسی کتابیں مغربی نقطہ نظر سے لکھی گئی ہیں، جن میں بعض اوقات اسلامی اقدار کا مکمل ادراک موجود نہیں ہوتا۔

4. یہ تنوع اگرچہ وسعتِ مطالعہ کی علامت ہے، لیکن یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ مصنف کا زاویۂ نظر متوازن ہونے کے بجائے نسبتاً مغربی منہج کے قریب ہے۔

مصنف کے نزدیک اس نے یہ مصادر دوسرے مصادر کی بنسبت زیادہ استعمال کیے ہیں۔ کتاب کے آخر کتابیات (bibliography) میں مصنف نے اپنی کتاب کے تقریباً تمام مصادر کا ذکر کیا ہے۔[15] ان میں کچھ مصادر مستند ہیں، لیکن ان مصادر کا براہ راست مطالعہ نہیں کرتا بلکہ ان کے تراجم کا سہارا لیتا ہے۔ جبکہ کچھ مغربی مفکرین کی تشریحات پر مبنی ہیں جو اسلامی اصولوں کی مکمل فہم نہیں رکھتے۔ یہ ایک فکری تضاد ہے کہ ایک جانب مصنف غیر علمی انداز اپناتا ہے، دوسری جانب متضاد علمی حوالہ جات پر انحصار کرتا ہے۔

مصنف کا تعصب اور کیرن آرم سٹرونگ کی اعتدال پسندی پر تنقید—ایک تجزیاتی تنقید

مصنف کی تحریر اگرچہ سطحی طور پر ایک عمومی اور سہل زبان میں لکھی گئی ہے، لیکن اس کے بین السطور سے ایک خاص متعصبانہ رویہ جھلکتا ہے۔ وہ بظاہر خود کو علمی غیر جانب داری کے ساتھ پیش کرتا ہے، مگر جب وہ کیرن آرم سٹرونگ کی کتاب کا

ذکر کرتا ہے، تو نہ صرف ان کی بین الادیانی (interfaith) اعتدال پسندی کو مسترد کرتا ہے، بلکہ ایک طرح سے اُن کی فکری نرمی کو علمی کمزوری کے طور پر پیش کرتا ہے۔ مصنف جب یہ کہتا ہے کہ:

"کیرن آرمسٹرانگ بار بار پرانے عہد نامے کا حوالہ دیتی ہیں... حالانکہ وہ خود راہبہ رہ چکی ہیں، مگر بظاہر اس بات سے بے خبر دکھائی دیتی ہیں کہ عیسائیت پرانے عہد نامے کو کس نظر سے دیکھتی ہے۔[16]"

تو یہاں وہ ایک طرح سے کیرن آرمسٹرانگ کی بین المذاہب حساسیت کو طنز کا نشانہ بناتا ہے، اور یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ ایک "لاعلم" خاتون ہیں جنہوں نے نہ تو عیسائیت کو درست سمجھا اور نہ اسلام کو۔

یہ دراصل ایک متعصب ردعمل ہے، کیونکہ کیرن آرمسٹرانگ کی تحریریں مغربی دنیا میں اسلام کی ایک نرم اور قابلِ فہم تصویر پیش کرنے کے لیے معروف ہیں، جنہیں خود مسلمان اہلِ علم بھی بعض پہلوؤں میں مفید تسلیم کرتے ہیں۔ تاہم، مصنف کی تحریر میں کیرن کی یہ اعتدال پسندی دراصل "نرم رویے کی خامی" کے طور پر پیش کی گئی ہے، جو اس کی اپنی شدت پسند تنقیدی نظر کی عکاسی کرتی ہے۔ گویا وہ یہ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں کہ اسلام یا نبی اکرم ﷺ کو غیر مسلم مصنف بھی نرم لہجے اور احترام سے بیان کر سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ ان کے عقائد کو مکمل طور پر تسلیم نہ بھی کریں۔

اصول فقہ کی ترتیب میں فکری ابہام

مصنف نے اسلام کے چار اہم مصادر کا تذکرہ کیا — قرآن، قیاس، حدیث، سنت — اور ان کے باہمی تعلق پر مکاتبِ فکر کے اختلاف کو بیان کیا۔ یہ نکتہ علمی اعتبار سے درست اور بصیرت افروز ہے۔ تاہم، اس بیان میں اسلامی شریعت کے مصادر (قرآن، سنت، اجماع، قیاس) کی ترتیب کو مصنف نے قدرے غیر معیاری انداز میں پیش کیا۔ اس بیان میں اسلامی اصولِ فقہ کے ماخذ کی تفصیلی وضاحت اور ترتیب (جیسے: قرآن، سنت، اجماع، قیاس) کو وضاحت سے پیش نہیں کیا گیا، بلکہ "قیاس" کو دوسرے نمبر پر لایا گیا جو علم اصول فقہ کے مسلمہ تسلسل کے خلاف ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف اسلامی قانونی ڈھانچے کی روایتی ترتیب سے یا تو واقف نہیں، یا دانستہ طور پر ترتیب کو بدل کر پیش کر رہا ہے تاکہ قارئین کی فہم کو متاثر کیا جا سکے۔

"یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے کہ اسلام صرف قرآن پر مبنی ہے۔ درحقیقت، مسلمان علمانے اس فہم کے لیے ایک چہار گانہ طریقہ (Quadrilateral) بیان کیا ہے جس میں چار عناصر شامل ہیں: قرآن؛ قیاس (جس سے بعض معاملات کی تشریح میں مدد ملتی ہے)؛ حدیث، یعنی ان روایات کا مجموعہ جو یہ بتاتی ہیں کہ محمد ﷺ نے کیا فرمایا یا کیا کیا؛ اور سنت، یعنی نبی ﷺ کا عملی طرزِ زندگی۔"[17]

تعریف اور اعتراف کے پہلو

مصنف نبی اکرم ﷺ کی شخصیت، فہم، قیادت اور اخلاقی و عملی زندگی کا غیر جانبدارانہ انداز میں اعتراف کرتا ہے۔ وہ "remarkable man" اور "breathtaking range of gifts" جیسے الفاظ استعمال کر کے یہ تسلیم کرتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ عام انسان نہیں تھے، بلکہ اعلیٰ صلاحیتوں سے مالامال تھے۔

"I believe that Muhammad was a remarkable man, with a breathtaking range of gifts. Whether he was a prophet or not is for the reader to judge."

ترجمہ: "میں یہ سمجھتا ہوں کہ محمد ﷺ ایک غیر معمولی شخصیت تھے، جنہیں حیرت انگیز صلاحیتوں کا وسیع خزانہ عطا ہوا تھا۔ وہ نبی تھے یا نہیں — یہ فیصلہ قاری پر چھوڑ دیا گیا ہے۔[18]"

مصنف حضرت محمد ﷺ کی صلاحیتوں کو سراہنے کے باوجود، ان کے دعویٰ نبوت کی صداقت کے حوالے سے کوئی سنجیدہ تجزیہ یا دلیل پیش نہیں کرتا، نہ ہی وحی، قرآن یا آپ ﷺ کی سیرت کے اس پہلو پر بات کرتا ہے جو کہ نبوت کے دعوے کو تقویت دیتا ہے۔ یہ ایک علمی کمزوری ہے۔ کہ حضرت محمد ﷺ کی نبوت کو محض "ذاتی رائے" کا موضوع بنا دیا گیا ہے، حالانکہ اس بارے میں واضح تاریخی، اخلاقی اور وحی پر مبنی دلائل موجود ہیں۔ ایک مسلمان قاری کے لیے یہ طرزِ تحریر باعثِ تشویش ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ عقیدۂ نبوت کو غیر سنجیدگی سے پیش کرتا ہے۔

اسی طرح پوری کتاب میں آپ ﷺ کو ایک ذہین، عقلمند، موقع کی نزاکت کو بھانپنے والا، عظیم مصلح، قرار دیتا ہے [19] لیکن آپ ﷺ کو نبی اور رسول ﷺ ماننے سے کہیں برملا اور کہیں ملفوف انداز میں سختی سے تردید کرتا ہے، جس سے اس کے اپنے موقف کی تردید ہوتی ہے کہ اس نے یہ کتاب اسلام کے صحیح تناظر میں لکھی ہے۔ یہ دراصل مغربی مستشرقین کے اس رویے کی عکاسی ہے جو نبی اکرم ﷺ کی سیرت کو صرف "قابل تعریف انسانی خوبیوں" کے دائرے میں رکھتے ہیں، مگر ان کی نبوت، وحی، اور الہامی مشن کو عقلی یا تاریخی تناظر سے آگے بڑھ کر تسلیم نہیں کرتے۔

طرز تحریر

یہ تحریر بظاہر نرمی اور غیر جانب داری سے لکھی گئی ہے، مگر اس میں مغربی تناظر سے متاثر ہونے کے آثار نمایاں ہیں۔ علمی احتیاط کا دعویٰ ہونے کے باوجود مکمل حوالہ جاتی نظام سے گریز، اور اسلامی مصادر کی ترتیب و مفہوم میں ابہام، اس کی فکری کمزوریوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ تاہم، مصنف کی کوشش کو ایک فکری مکالمے کی بنیاد کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے، بشرطیکہ قاری اس کا مطالعہ تنقیدی بصیرت کے ساتھ کرے۔

رسولوں میں تفریق پیدا کرنا اور آنحضور ﷺ کو گمراہ کن / مبہم رسول قرار دینا: The elusive messenger

۔ پیٹر کوٹریل نے اپنی کتاب کے پہلے ہی باب کو نہ صرف متعصبانہ نام دیا ہے بلکہ انداز بھی شدت پسندانہ اور متعصبانہ اختیار کیا ہے وہ نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آنحضور ﷺ پر برتری دیتا ہے بلکہ دونوں پیغمبروں کے مابین تفریق پیدا کرتا ہے اور آنحضور ﷺ کی نعوذ باللہ گمراہ کن رسول قرار دیتا ہے۔ اس انداز سے گستاخانہ جھلک نمایاں ہے۔ اس نے تحقیق کے تقاضوں یکسر پس پشت ڈال کر محض بغض و عناد کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے جبکہ یہ انداز ایک سیرت نگار کے لیے بالکل ہی مناسب نہ ہے۔ آنحضور ﷺ کی ذات کے متعلق تعصبانہ انداز اختیار کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امن کا پیغمبر اور آنحضور ﷺ کو معاذ اللہ گمراہ کن رسول، جنگجو اور پر تشدد قرار دیا ہے۔

Jesus the man of peace----------Muhammad the man of war……. [20]

ترجمہ: حضرت عیسیٰؑ امن کے علمبردار-------- محمد ﷺ ایک جنگجو---

جبکہ قرآن مجید میں تفریق کو کفر قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍۙ- وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا(150)اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّاۚ-وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا [21]

وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں یہی ہیں ٹھیک کافر اور ہم نے کافروں کے لیے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

آنحضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے رؤف اور رحیم کی صفات سے متصف قرار دیا گیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ[22]

بلاشبہ یقیناً تمھارے پاس تمھی سے ایک رسول آیا ہے، اس پر بہت شاق ہے کہ تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور ﷺ اپنی امت پر مہربان اور تمام لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں، صاحب کتاب اور شریعت رسول ہیں۔ ان کی تعلیمات پر عمل اسلام سے قبل ضروری تھا مگر اب جب کہ آنحضور ﷺ کی آمد ہو چکی اور دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کیا جا چکا ہے، اس لیے اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے پیغامات پر عمل کرنا متروک ہو چکا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق غلط مفروضات کے جوابات

مصنف کا یہ بیان کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب کیے گئے۔ ایک غلط عقیدہ ہے۔ بلکہ معاملہ یہودیوں پر مشتبہ کر دیا گیا۔ بنی اسرائیل نے آپؑ کے خلاف سازشیں کیں۔ یہاں تک کہ روم کے بادشاہ کی حمایت حاصل کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے کا حکم صادر کروایا۔ لیکن یہ کوشش ناکام ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور قیامت کے قریب دوبارہ دنیا میں تشریف لا کر اسلام کی حمایت کریں گے اور طبعی موت پائیں گے۔

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا ٱلْمَسِيحَ عِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ لَفِى شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِۦ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا ٱتِّبَاعَ ٱلظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًۢا[23]

اور یوں کہنے کے باعث کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا حالانکہ نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ ان کے لئے ان (عیسیٰ) کا شبیہ بنا دیا گیا تھا۔ یقین جانو کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے بارے میں شک میں ہیں، انہیں اس کا کوئی یقین نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اتنا یقینی ہے کہ انہوں نے انہیں قتل نہیں کی۔ قرآن پاک کے ساتھ ساتھ احادیث نبویہ سے بھی حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کے مناقب کے بارے میں پتہ چلتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ ضرور ابن مریم تم میں نازل ہوں گے۔ منصف حکمران ہوں گے۔ صلیب توڑیں گے۔ خنزیر قتل کریں گے اور جزیہ ختم کریں گے۔"[24]

اسی طرح تمام امت کا اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے اور اسلام کا بول بالا کریں گے۔[25] خود بائبل سے بھی اس بات کا رد ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی چڑھایا گیا۔ زبور ششم درس 9 میں ہے۔

"خداوند نے میری فریاد سنی ہے، خداوند میری دعا قبول کرے گا"[26]

مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فریاد سن لی تو گرفتار و مصلوبیت کا مطلب ہی نہیں رہ جاتا[27]۔

طواف کعبہ کے متعلق موٴقف

پیٹر کوٹریل طواف کعبہ کے متعلق یہ موٴقف اپناتا ہے کہ طواف کعبہ کا تعلق سیاروں کی حرکت کو ظاہر کرتا ہے۔ نماز کی سورج کے طلوع ہونے، دوپہر اور سورج کے غروب ہونے کے وقت ادائیگی سورج کی عظمت کا اعتراف ہے۔ کعبہ کا کالا پتھر اس ثقافت کا ایک اہم عنصر ہے۔ پیٹر کوٹریل کی جانب سے اپنایا جانے والا یہ موٴقف خود ساختہ ہے۔ خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جس

کا طواف اہل اسلام کے لیے عبادت ہے۔ اس کا سیاروں کی حرکت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی نمازوں کے اوقات کار میں سورج کی عظمت کا کوئی تعلق ہے

"It is possible that the practice of circumambulating the Ka'ba represented the motion of the planets, and prayers accompanied by prostrations said at sunrise, noon and sunset were presumably in honor of the sun" [28]

"یہ ممکن ہے کہ کعبہ کا طواف کرنے کا عمل سیاروں کی حرکت کی نمائندگی کرتا ہو، اور سجدے کے ساتھ نماز طلوع آفتاب، دوپہر اور غروب آفتاب کے وقت کہی جاتی ہے، غالباً سورج کے احترام میں۔"

مصنف کہتا ہے کہ کعبہ میں بت اس لیے رکھے گئے تاکہ اس کی تجارتی اہمیت بڑھ جائے اور لوگوں کا رجحان اس کی طرف ہو جائے۔ مذہبی طور پر کعبہ کو خاطر خواہ اہمیت نہ تھی بلکہ کاروبار کے فروغ کے لیے اس کو اہمیت دی ہوئی تھی۔ لوگوں کے دلوں میں کعبہ کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ محمد ﷺ کی کعبہ کے ساتھ وابستگی تھی کیوں کہ آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب کعبہ کے محافظ تھے اور وہ آپ ﷺ کو اپنے کعبہ کے اندر اور ارد گرد رکھتے ہونگے۔ وہ کہتا ہے کہ محمد ﷺ نے ایک اچھا فیصلہ کیا تاکہ کعبہ میں اپنا اثر ورسوخ کو قائم رکھیں۔ کعبہ کو مستقل اہمیت دینے کے لیے کسی قسم کے اختیارات دینے کی ضرورت تھی۔ اس نے مکہ کو یہودی انکشاف عہد نامہ قدیم سے ابراہیم کو جوڑنا اور مکہ اور اس کے آس پاس کے روایتی عرب مذہبی طریقوں کو عہد نامہ قدیم سے مربوط ایک نئی تشریح دینا چاہتا ہے۔ مصنف کی جانب سے کی جانے والی تمام باتیں جو انہوں نے خانہ کعبہ کے متعلق اختیار کی ہیں وہ خود ساختہ اور بے بنیاد ہیں کیوں کہ خانہ کعبہ بیت اللہ ہے اور مسلمانوں کی عظمت وشان کا ایک مرکز ہے۔ اسی سے اہل اسلام کی وحدت کا ظہور ہوتا ہے۔

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبارَكاً وَهُدىً لِلْعالَمِينَ (96) فِيهِ آياتٌ بَيِّناتٌ مَقامُ إِبْراهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كانَ آمِناً وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعالَمِينَ﴾[29]

ترجمہ: "بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لئے ہدایت ہے۔ اس میں کھلی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور جو اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے اور جو انکار کرے تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔"

اس آیت اور بعد والی آیات میں بہت سی خصوصیات بیان ہوئیں ہیں مثلاً سب سے پہلی عبادت گاہ ہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کی طرف نماز پڑھی۔ تمام لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا جبکہ بیتُ المقدس مخصوص وقت میں خاص لوگوں کا قبلہ رہا۔ مکہ معظمہ میں واقع ہے جہاں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے۔ اس کا حج فرض کیا گیا۔ حج ہمیشہ صرف اسی کا ہوا، بیتُ المقدس قبلہ ضرور رہا ہے لیکن کبھی اس کا حج نہ ہوا۔ اسے امن کا مقام قرار دیا۔ اس میں بہت سی نشانیاں رکھی گئیں جن میں ایک مقام ابراہیم ہے۔[30]

صفا و مروہ کے متعلق مفروضہ

صفا و مروہ عظیم پہاڑیاں جن کی قرآن مجید میں بھی عظمت وشان و شوکت بیان ہوئی ہے مصنف کہتا ہے کہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت حاجرہ علیہ السلام کی پانی کی تلاش کی ایک کہانی ہے۔

﴿ اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِۚ-فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَاؕ-وَ مَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًاۙ-فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِیْمٌ ﴾[31]

بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے چکر لگائے اور جو کوئی اپنی طرف سے بھلائی کرے تو بیشک اللہ نیکی کا بدلہ دینے والا، خبر دار ہے۔

صفا و مروہ مکہ مکرمہ کے دو پہاڑ ہیں جو کعبہ معظمہ کے بالمقابل مشرقی جانب واقع ہیں، حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام نے ان دونوں پہاڑوں کے قریب اس مقام پر جہاں زمزم کا کنواں ہے حکم الٰہی سے سکونت اختیار فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت حاجرہؓ کی پانی کی تلاش میں سات چکر لگانے ادا پسند آئی تو قرآن مجید میں ان پہاڑیوں کا تذکرہ فرمایا اور ہر سال حاجیوں کو ان کے مابین سعی کرنے کا پابند بنا دیا۔

قرآن مجید کے مصنف حضرت پیٹر کوٹریل کے قرآن مجید پر اعتراضات اور ان کا رد:

- قرآن خود ساختہ محمد ﷺ کا بنایا ہے اور اپنے مفادات کی باتیں شامل کی گئی ہیں۔[32]
- آپ ﷺ کے دور میں لکھا ہوا نہیں تھا۔[33]
- قرآن مجید حضرت عثمانؓ کے دور میں ایک کتابی شکل میں آیا۔[34]
- قرآن عیسائیت اور یہودیت سے ماخوذ ہے۔ اسفار کے ذریعے زبانی معلومات کا حصول کیا گیا ہے۔[35]
- قرآن پاک نے تورات و انجیل کی تعلیمات سے مخالفت کی ہے۔ اس لیے یہ حضرت ابراہیمؑ کے سلسلے سے نبی نہیں ہیں۔[36]
- قرآن بے ربط، پیچیدہ اور مشکل زبان کا حامل ہے۔[37]

.1 وحی کی الہامی حیثیت

قرآن مجید میں واضح اعلان ہے:

﴿لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ، تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾[38]

یہ اعلان کسی انسانی تصنیف کے بجائے وحی الٰہی کی طرف نسبت کا کھلا ثبوت ہے۔ مزید بر آں مخالفین کے اس الزام پر کہ یہ "اساطیر الاولین"[39] ہیں، قرآن نے ان کے دعوے کو رد کرتے ہوئے بار بار چیلنج دیا: فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ[40]) چودہ سو برس گزرنے کے باوجود کوئی اس چیلنج کا جواب نہ دے سکا۔

ارشاد ربانی ہے:

البروج:22

﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴾

"یہ عزت والا قرآن لکھا جاتا ہے لوح محفوظ میں"[41]

.2 کتابت اور حفظ کا نظام عہدِ نبوی ﷺ میں

اسی طرح تاریخ میں قرآن کے آپ ﷺ کے دور میں لکھے جانے کے شواہد سورج کی طرح روشن ہیں۔ قرآن آغاز وحی سے ہی نہ صرف حفاظ کے سینوں میں محفوظ کیا جاتا بلکہ کاتبین وحی مثلاً زید بن ثابت، علی بن ابی طالب اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے ذریعے مختلف مواد (چمڑا، ہڈی، کھجور کی چھال، پتھر) پر لکھا جاتا تھا۔ عہد نبوی میں ایک جامع مصحف کی شکل نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ وحی کا سلسلہ جاری تھا اور ناسخ و منسوخ کا عمل مکمل نہیں ہوا تھا۔ تدوین کا اصول یہ ہے کہ کسی بھی متن کو اس کی تکمیل

کے بعد ہی حتمی شکل دی جاتی ہے۔ امام ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ پچھلی کتابوں میں امت مسلمہ کی یہ خوبی ذکر کی گئی ہے کہ:

"ان کی انجیلیں ان کے سینوں میں ہوں گی" مشہور مستشرق ولیم میور بھی اس بات کو مانتا ہے کہ قرآن پاک کتابی شکل میں موجود تھا۔[42]

.3 عہدِ صدیقی اور عہدِ عثمانی میں جمع قرآن

حضرت ابو بکرؓ کے دور میں، جنگ یمامہ میں حفاظ کی شہادت کے بعد حضرت عمرؓ کی تجویز پر، زید بن ثابتؓ کی سربراہی میں قرآن ایک مصحف میں جمع کیا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں، قراءت کے اختلافات کو ختم کرنے کے لیے مصاحف کی نقلیں بنوا کر مختلف علاقوں میں بھیجی گئیں۔ اس سے یہ تاثر غلط ثابت ہوتا ہے کہ قرآن حضرت عثمانؓ کے دور میں پہلی بار مرتب ہوا۔[43]

4: الہامی کتابوں سے ماخوذ ہونے کے اعتراض کا رد

دوسرے مذاہب کی کتابوں اور ورقہ بن نوفل، بحیرہ راہب اور نسطورا سے قرآن سیکھنے کا الزام تاریخی طور پر باطل ہے۔ مولانا مودودیؒ کے مطابق اگر ایسا ہوتا تو مشرکینِ مکہ اسے سب سے پہلے اچھالتے، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ محمد ﷺ ان کے سامنے بچپن سے جوانی تک ہر وقت موجود رہے۔ اس لیے ان کو اس الزام تراشی کی جرات نہ ہوئی ۔[44] مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے واضح کیا کہ قرآن میں ایسے متعدد واقعات بیان ہوئے ہیں جن کا ذکر تورات و انجیل میں سرے سے موجود نہیں، اور نہ ہی کوئی بات تاریخی حقائق کے خلاف ثابت ہوئی۔[45]

5: ربط اور نظمِ قرآن:

ڈاکٹر حمید الدین فراہی، امین احسن اصلاحی اور جاوید احمد غامدی نے "نظمِ قرآن" پر مدلل تحقیق پیش کی، جس سے واضح ہوا کہ ہر سورت کا ایک مرکزی مضمون اور سورتوں کے درمیان جوڑ ہے۔ اگر ترتیب الٰہی محفوظ نہ ہوتی تو نزولی ترتیب اور کتابی ترتیب کے فرق کا کوئی مطلب نہ ہوتا۔[46]

6: اسلوب اور فصاحت کی انفرادیت:

قرآن نہ شاعری ہے نہ نثر، بلکہ ایک منفرد اسلوب رکھتا ہے۔ امام فخر الدین رازیؒ کے مطابق قرآن کا اسلوب اور الفاظ کا ربط ایسا ہے کہ اس جیسا کلام کسی بشر کا ممکن نہیں۔

7: تحریف کے دعوے اور مستشرقین کا تضاد

مستشرقین ایک طرف قرآن کو سابقہ کتابوں سے ماخوذ کہتے ہیں، دوسری طرف قرآن کے ان سے اختلاف کو دلیل بناتے ہیں کہ یہ آسمانی کتاب نہیں۔ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے اپنی کتاب میں عیسائیوں کے وہ اقوال درج کیے ہیں جن میں خود عیسائی علماء نے اپنی موجودہ اناجیل میں تحریف کا اعتراف کیا ہے۔[47] اگر اختلاف، الہامی حیثیت کے خلاف دلیل ہو، تو ان کی اپنی کتابوں مثلاً عہد نامہ قدیم اور جدید میں اور تورات کے تینوں کتابوں عبرانی یونانی اور سامری میں باہمی اختلافات ہیں۔ لہٰذا مستشرق پیٹر کوٹریل کا قرآن کے بارے میں اعتراض اس کی کم علمی اور تحقیقی اصولوں کے خلاف ہے۔

8: قرآن کی متنّیاتی حفاظت

1. ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق میونخ کے محققین مستشرق ڈاکٹر اونو پریکشل اور پروفیسر برجسٹراسر نے 1400 برس کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ 42 ہزار قرآنی نسخے موازنہ کے لیے جمع کیے۔۔ اور ان کا موازانہ کرنے کے بعد یہ رپورٹ جاری کی ''اگرچہ ابھی تک قران پاک کے مختلف نسخہ جات کو اکٹھا کرنے کا کام جاری ہے لیکن جتنا کام مکمل ہو گیا ہے اس کی

بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ ان 42 ہزار نسخوں میں کتابت کی تو غلطیاں موجود ہیں لیکن متن قران میں کسی بھی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔[48]

نتیجہ

پیٹر کوٹریل کے اعتراضات نہ صرف تاریخی شواہد کے خلاف ہیں بلکہ علمی و لسانی تجزیے میں بھی ناقابلِ قبول ہیں۔ قرآن کی تدوین، حفاظت، اسلوب اور الہامی دعویٰ ایسے مستند دلائل کے ساتھ قائم ہے کہ گزشتہ چودہ صدیوں میں کوئی اس کو رد کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔

معراج النبی ﷺ پر اعتراضات کا قرآن وحدیث، اقوالِ محدثین ومفسرین سے تحقیقی ومدلل رد

مستشرق مصنف کا یہ اعتراض کہ قرآن میں معراج النبی ﷺ یا نماز کی تعداد کا ذکر نہیں اور روایات پر شک کا اظہار کرتا ہے کہ بعد میں قرآن کی سورتوں 17 اور 53 میں فراہم کردہ کہانی کو بنیاد بنا کر باقی کہانی بنائی گئی ہے،[49] سراسر علمی بددیانتی اور حقیقت سے انکار ہے۔ معراج النبی ﷺ کے بارے میں قرآن مجید کی درج ذیل آیت شاہد ہے۔

﴿ سُبْحَانَ الَّذِیَ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِیْ بَارَكْنَا حَوْلَه لِنُرِيَه مِنْ اٰيَاتِنَا اِنَّه هوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيرُ ﴾[50]

ترجمہ: "وہ پاک ہے جس نے راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے ارد گرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا"

نیز سورۃ النجم (آیات 13–18) میں سدرۃ المنتہیٰ اور دیگر مقامات کی رؤیت کا تذکرہ معراج کے دوسرے مرحلے، یعنی آسمانی معراج، کی وضاحت کرتا ہے۔ یہ واقعہ آپؐ کے اہم معجزات میں سے ہے اگر یہ خواب ہوتا تو ہرگز معجزہ نہ کہلاتا ہے۔

اگر یہ واقعہ صرف خواب ہوتا، تو مشرکین مکہ اس پر اعتراض نہ کرتے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا' *جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہوا، اللہ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا، میں اسے دیکھ دیکھ کر ان کے ہر سوال کا جواب دیتا رہا* '[61]۔ اور نہ ہی خواب کے لیے براق، جبریلؑ اور تفصیلی مشاہدات کی ضرورت پڑتی۔ مصنف نے حضرت عائشہؓ کی روایت کو بنیاد بنایا، جو سند و دلالت دونوں پہلوؤں سے ضعیف ہے۔ امام عبد الحق محدث دہلویؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ اور دیگر محققین نے اسے ناقابلِ استدلال قرار دیا ہے۔ امام بخاریؒ، قسطلانیؒ اور امام طحاویؒ (العقیدۃ الطحاویہ) نے بھی معراج کو بیداری اور جسمانی معجزہ قرار دیا ہے۔[52] ابن کثیرؒ نے سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر میں 50 سے زائد صحابہؓ وصحابیاتؓ سے مروی احادیث ذکر کیں، جن سے اس واقعہ کی تواتری حیثیت ثابت ہوتی ہے۔[53] مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے شرح الزرقانی کے حوالہ سے لکھا کہ معراج 45 صحابہؓ وصحابیاتؓ سے مروی ہے۔ مزید برآں، قرآن (بنی اسرائیل:60) میں معراج کو رؤیا (یعنی عینی مشاہدہ) قرار دیا گیا، جو بیداری میں دیدار کا اطلاق رکھتا ہے نہ کہ خواب کا۔ تمام علماء و محدثین کا بیان ہے کہ واقعہ معراج حالت بیداری میں ہوا۔ حضرت عیسیٰؑ کا زندہ آسمانوں پر جانا اور آخری زمانے میں آسمان سے اترنا عیسائیوں کے ایک ۔۔۔ کا بی عقیدہ ہے۔ اگر معراج عقل و سائنس کے خلاف ہے تو نزول مسیح کا عقیدہ کیسا ہے۔ جس پر عیسائی خود ایمان رکھتے ہیں[54] امام ابو جعفر طحاوی معراج کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"معراج حق ہے حضور اکرمؐ کو بیداری کے عالم میں جسم اقدس کے ساتھ آسمان تک، پھر وہاں سے جس قدر بلندی تک اللہ نے چاہا، معراج کا شرف بخشا[55].

خلاصہ یہ کہ معراج النبی ﷺ ایک جسمانی، بیداری میں ہونے والا، قطعی طور پر ثابت شدہ معجزہ ہے، جس پر قرآن، متواتر احادیث، سلف صالحین اور جمہور امت کا اتفاق ہے، اور اس پر کیے جانے والے اعتراضات علمی نہیں بلکہ تعصب پر مبنی ہیں۔

باغی یہودیوں کی بے جا طرفداری اور اس کا رد

پیٹر کوٹریل کے بقول یہودی اس لیے آپ ﷺ کے مخالف ہوئے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات تورات سے مختلف تھیں، اور وہ آپ ﷺ کو ابراہیمی روایت کا تسلسل نہیں مانتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے قریش کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا اور میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کی. اگر واقعی ایسا ہوتا تو وہ آپ ﷺ کے ساتھ معاہدہ ہی نہ کرتے۔ میثاقِ مدینہ یہ واضح کرتا ہے کہ یہودی اور مسلمان بطور "دو قومیں" امن و تحفظ کے لیے ایک سیاسی اتحاد پر متفق ہوئے، نہ کہ مذہبی ہم آہنگی کے تحت۔ یہ معاہدہ نبی ماننے یا نہ ماننے کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ شہری، تمدنی اور دفاعی اتحاد پر مبنی ہے۔ بلکہ اگر وہ آپ ﷺ کو نبی مان لیتے تو سارا فساد ہی ختم ہو جاتا اور میثاق مدینہ کے وقت ہی سب مسلمان ہو جاتے

چند شقات درج ذیل ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر اپنی ہٹ دھرمی اور حسد کی وجہ سے آپ ﷺ کے ساتھ غداری کی۔ یہود ایک عہد شکن قوم ہے۔

1. یہود اپنے مذہبی شعائر ادا کرنے میں مکمل آزاد ہوں گے۔
2. مدینہ کا دفاع جس طرح مسلمانوں پر لازم ہے اس طرح یہود پر بھی لازم ہے۔
3. تمدنی و ثقافتی معاملات میں یہودیوں کو مسلمانوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔
4. یہودی و مسلمان ایک باہم حلیف ہوں گے۔ بیرونی حملہ یا صلح کی ضرورت میں دونوں متحد رہیں گے۔
5. مسلمانوں پر جارحانہ حملہ ہونے پر یہودی مسلم کا اور یہود پر حملہ ہونے پر مسلمان یہود کا دفاع کریں گے۔[56]

اس کے باوجود یہودیوں نے نہ صرف عہد شکنی کی بلکہ اندرونی و بیرونی سازشوں میں ملوث ہو کر غداری کی۔ بنو قینقاع ایک مسلمان عورت کی بے حرمتی، قتل اور معاہدہ کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے۔ بنو نضیر نے آپ ﷺ کے قتل کی سازش کی، جسے حضرت جبرائیلؑ نے بے نقاب کیا، اور بنو قریظہ نے غزوۂ خندق کے دوران خفیہ طور پر قریش سے اتحاد کر لیا اور مسلمانوں کی خواتین و اطفال کو خطرے میں ڈالا۔ ان جرائم کے باوجود نبی اکرم ﷺ نے ابتدا میں انھیں صرف محاصرہ کے بعد رحم دلی سے جلاوطن کیا. اور وہ بھی اس شان سے کہ ان کی عورتیں زیورات سے لدی ہوئی، شادیانے بجاتے ہوئے گئے اور اپنے گھروں کے دروازے تک لے گئے۔ : کیرن آرمسٹرانگ نے بھی اعتراف کیا کہ نبی ﷺ نے ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا اور بنو قریظہ کے خلاف فیصلہ ان کے اپنے قبیلے کے سردار سعد بن معاذؓ نے تورات کے مطابق دیا۔ جن کو خود یہودیوں نے فیصلے کے لیے چنا تھا۔[57]

پیٹر کوٹریل کی طرف سے یہ الزام کہ نبی ﷺ نے یہودیوں سے سختی کی جبکہ مکہ والوں کو معاف کیا، سیاق و سباق سے لاعلمی کا مظہر ہے۔ مکہ والے کھلے دشمن تھے، جبکہ یہودی قبائل اندرونی منافقین اور غدار تھے۔ اسلامی ریاست کی سالمیت کے تحفظ کے لیے ان کے خلاف اقدام ناگزیر تھا۔ قرآن (المائدہ:1) اور بین الاقوامی قوانین میں عہد شکنی اور غداری سنگین جرائم مانے جاتے ہیں۔ لہٰذا یہودیوں کی مخالفت عقیدے سے زیادہ حسد، سیاسی بدعہدی اور فتنہ انگیزی پر مبنی تھی، اور پیٹر کوٹریل جیسے مستشرقین کی ان کی حمایت تاریخی تناظر کو مسخ کرنے کی ایک کوشش ہے، جو علمی و اخلاقی دونوں حوالوں سے مسترد کیے جانے کے لائق ہے۔

غزوہ بدر کے متعلق مفروضات

مصنف غزوہ بدر کے اسباب کے متعلق اعتراضات کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

"محمد ﷺ نے جب اس بڑے قافلے کے بارے میں سنا جو شام سے سامان اور پیسے لے کر مکہ واپس آرہا تھا وہ اس پر حملہ کرے گا مال غنیمت مدینہ لے آئے گا لوگوں کو مسلمان ہونے کا کم از کم ایک فائدہ ضرور دکھائے گا"[58]۔

فرشتوں کے بارے میں بھی شکوک پیدا کرتا ہے۔ حالانکہ عیسائیت اور یہودیت میں بھی فرشتوں کا تصور موجود رہا ہے۔

"جو جلد ہی بدر کے افسانے کا حصہ بن جائے گی کہ ان کی شکست فرشتوں کی وجہ سے تھی یہ سفید لباس میں ملبوس گھوڑے پر سوار تھے۔"[59]

اسلامی تاریخ کے تناظر میں مستشرقین، بالخصوص پیٹر کوٹریل جیسے مصنفین، نہ صرف واقعات کو مسخ شدہ انداز میں پیش کرتے ہیں بلکہ اسلامی عقائد اور تاریخی حقائق کو بھی دانستہ طور پر متنازع بناتے ہیں۔ مثلاً غزوہ بدر میں فرشتوں کی شرکت کو "افسانوی" قرار دینا ان کے مادی و الحادی نقطۂ نظر کی عکاسی کرتا ہے حالانکہ عیسائیت اور یہودیت میں بھی فرشتوں کا تصور موجود رہا ہے۔ قرآن و حدیث کی رو سے نہ صرف غزوہ بدر بلکہ کئی دوسرے غزوات میں بھی مسلمانوں کی فرشتوں کے ذریعے مدد کی گئی ۔ مثلاً غزوہ حنین وغیرہ، حالانکہ قرآن مجید اس غیبی نصرت کو نہایت وضاحت سے بیان کرتا ہے :

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ﴾[60]

ترجمہ: "جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد قبول کرلی، کہ میں تمہاری مدد کے لیے لگاتار ایک ہزار فرشتے بھیج رہاہوں۔"

اس کے علاوہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور طبقات ابن سعد جیسی مستند کتبِ حدیث و تاریخ میں نہ صرف فرشتوں کی شرکت کا ذکر موجود ہے بلکہ متعدد صحابہ کرامؓ کے مشاہدات بھی متفقہ طور پر نقل ہوئے ہیں، جن میں جنگ میں فرشتوں کے مخصوص اقدامات اور دشمنوں پر اثرات کا ذکر شامل ہے۔ امام نوویؒ، حافظ ابن حجرؒ اور علامہ سیوطیؒ جیسے محدثین نے ان واقعات کو حقیقی اور مادی صورت میں پیش آنے والا امر تسلیم کیا ہے، جو اسلامی اصولِ روایت کے مطابق تواترِ معنوی پر مبنی ہے۔[61]

اسی طرح پیٹر کوٹریل کا یہ دعویٰ کہ قریش جنگِ بدر میں اس وجہ سے ناکام ہوئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے جنگ کرنے میں تذبذب کا شکار تھے، نہایت لغو اور تاریخی حقیقت کے برعکس ہے۔ قریش نے نہ صرف نبی اکرم ﷺ کے قتل کی سازش کی بلکہ مسلمانوں کو معاشی، سیاسی اور سماجی طور پر مکمل تنہائی کا شکار کیا۔ دارالندوہ میں قتلِ محمد ﷺ کا منصوبہ، شعب ابی طالب کی ظالمانہ محصوری، حبشہ اور مدینہ کی طرف متواتر ہجرتوں پر مجبور کرنا، اور مدینہ میں جنگی حملے کی دھمکیاں—یہ سب اس امر کے ناقابلِ تردید ثبوت ہیں کہ قریش نے ہر حد پار کی۔ ان کے ظلم و ستم کی شدت کی گواہی خود ان کے دشمن قبائل نے بھی دی، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کے ان مظالم کو واضح فرمایا:

﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ﴾۔[62]

لہٰذا قریش کی شکست کا سبب ان کا باہمی رحم و رشتہ داری کا لحاظ نہیں بلکہ اللہ کی غیبی مدد، مسلمانوں کا اتحاد، قیادت کی بصیرت، اور ایمان کی قوت تھی۔ مستشرقین کا یہ رویہ محض ایک علمی مغالطہ نہیں بلکہ عقائدِ اسلامیہ کو مجروح کرنے کی شعوری کوشش ہے، جسے تحقیقی اسلوب، مستند حوالہ جات اور تاریخی شواہد کی بنیاد پر آسانی سے رد کیا جا سکتا ہے۔

غزوۂ اُحد، شورائیتِ نبوی اور اطاعت امیر پر پیٹر کوٹریل کے اعتراضات کا تحقیقی تجزیہ

پیٹر کوٹریل کا دعوی ہے کہ آپ ﷺ نے عبد اللہ بن اُبی جیسے زیرک کی بات ماننے کی بجائے چند نو مسلموں کی بات مانی جس کی وجہ سے شکست ہوئی اور بعد میں آپ ﷺ کی اطاعت نہ کرنے کی وجہ، سے جوڑ دیا گیا یعنی مصنّف ایک منافق کی حمایت

کرتے ہوئے آپ ﷺ کی سیاسی حکمت عملی کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بات دنیا کے تمام قوانین میں ہے کہ اطاعت امیر عوام الناس پر لازم ہے اور جنگوں میں تو اطاعت زیادہ ضروری ہے۔ قرآن کریم نے امیر کے لیے "اولی الامر" کا لفظ اختیار کر کے اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ ان کی اطاعت کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوَا اَطِيعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ اُولِي الاَمرِ مِنكُم[63]

یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی اطاعت کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم پر (ہر حال میں) سننا اور اطاعت کرنا واجب ہے، مشکل میں بھی اور آسانی میں بھی، پسندیدگی میں بھی اور ناپسندیدگی میں بھی اور اس حال میں بھی کہ ہماری حق تلفی کرتے ہوئے دوسروں کو ہم پر ترجیح دی جا رہی ہو۔[64]

امام ابن تیمیہ اپنی کتاب میں اطاعت امیر اکی اہمیت ان الفاظ میاں واضح کرتے ہیں:

"فالجهاد وسائر السياسات الدينية لا تتم إلا بالسمع والطاعة، فإذا لم تجب طاعة الأمير لم تجب طاعة أحد."[65]

"جہاد اور دیگر دینی معاملات تب تک مکمل نہیں ہوتے جب تک امیر کی بات سن کر اس کی اطاعت نہ کی جائے؛ اگر امیر کی اطاعت واجب نہ ہو تو کسی کی اطاعت واجب نہیں رہتی۔

UCMJ – United States Military Code میں درج ہے:

It is a criminal offense for a service member to disobeya lawful order from a superior officer."[66]

"فوجی افسر کے جائز حکم کی نافرمانی کرنا ایک فوجداری جرم ہے"

اسی طرح پیٹر کوٹریل کا یہ کہنا کہ غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی، ان میں مایوسی پھیلی، اور کچھ کے مرتد ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا—یہ سب بے بنیاد، غیر مستند اور تعصب پر مبنی قیاس آرائیاں ہیں، جن کے حق میں نہ کوئی مستند روایت موجود ہے، نہ تاریخی قرائن۔ اس کے جملے مثلاً *"it seems"* یا *"would be"* ان کے مؤقف کی کمزوری اور استدلالی خلا کو آشکار کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ غزوۂ اُحد ایک عارضی اور وقتی آزمائش تھی، جسے خود قرآن مجید نے شکست نہیں بلکہ آزمائش اور تربیتی مرحلہ قرار دیا:

﴿وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾[67]

اس آزمائش سے مسلمانوں کو اطاعت، صبر، اور نظم وضبط کی عملی تربیت حاصل ہوئی۔ اس آزمائش کے نتیجے میں نہ صرف منافقین کا چہرہ بے نقاب ہوا بلکہ اُمت کو قائد کی پیروی، نظم اجتماعی، اور شوریٰ کی اہمیت کا دائمی سبق ملا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾[68]()

ترجمہ: "غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مؤمن ہو۔"

نبی اکرم ﷺ کا ہر اہم معاملے میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ لینا—خواہ وہ جنگ بدر میں قیدیوں کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ کا مشورہ ہو، احد میں مدینہ سے باہر جانے کا فیصلہ ہو، یا صلح حدیبیہ میں حضرت اُمّ سلمہؓ کی رائے ہو—سورۃ آل عمران کی اس قرآنی ہدایت ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ کی عملی تفسیر ہے۔ مستشرقین کی طرف سے نبی کریم ﷺ پر تشدد پسندی کا الزام اس شورائیت، رحم، تدبر اور حکمت عملی کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے، جو آپ ﷺ کی سیرت کا بنیادی جوہر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غزوۂ اُحد میں وقتی عسکری نقصان کے باوجود اسلامی لشکر کی قیادت محفوظ رہی، دفاعی نظام قائم رہا، اور دشمن کے خلاف آئندہ کی حکمت

عملی کے لیے بنیادیں استوار ہوئیں، جو بذاتِ خود فتح کا پیش خیمہ تھی نہ کہ شکست۔[69] کوٹریل جیسے مصنفین کو چاہیے کہ وہ تعصب اور مفروضات سے بلند ہو کر سیرتِ طیبہ ﷺ کا مطالعہ کریں تاکہ حقیقت اور حقیقت پسندی میں تمیز کر سکیں.

شیطانی آیات Satanic Verses

.... He would give some limited recognition to the three goddesses worshipped along with al-llah (Allah) by the Meccans....... must be assured of a most positive reception by the Meccans.[70]

وہ یقینا وہ تین دیوی دیوتاؤں کو کچھ محدود پہچان دے گا جن کی پرستش مکہ والوں نے اللہ کے ساتھ کی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔ اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ مکہ والوں کی طرف سے سب سے زیادہ پذیرائی ہو گی۔

رشدی کی کتاب satanic verses کا حوالہ دیتا ہے جو خرافات کا مجموعہ ہے جس پر مختلف ممالک میں پابندی لگی ہوئی ہے۔۔ اعتراض کرتا ہے۔ ابن اسحاق کی سیرت کا حوالہ دیتا ہے اور اس کا ترجمہ اپنی کتاب میں نقل کرتا ہے طبری اس واقعے کا کافی حد تک مکمل بیان فراہم کرتا ہے۔

واقعات غرانیق (Satanic Verses) پر پیٹر کوٹریل کے اعتراض کا تحقیقی و مستند رد

پیٹر کوٹریل، اپنے مستشرقانہ تعصب سے مغلوب ہو کر، نبی کریم ﷺ پر یہ سنگین الزام لگاتا ہے کہ آپ ﷺ نے بائیکاٹ کے دباؤ میں آکر مکہ والوں سے مصالحت کی خاطر تین بتوں (لات، منات، عزیٰ) کو عارضی تسلیم کیا۔ یہ نظریہ بغیر کسی صحیح تحقیق اور سند کے پیش کیا گیا ہے اور وہی روش اپنائی گئی ہے جو سلمان رشدی نے اپنی توہین آمیز کتاب *Satanic Verses* میں اپنائی۔ یہ واقعہ، جسے "غرانیق کا واقعہ" کہا جاتا ہے، نہ صرف قرآن و صحیح حدیث بلکہ عقلی و تاریخی اصولوں سے بھی باطل قرار دیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں سورہ نجم میں ان بتوں کا ذکر مذمت کے انداز میں آیا ہے:

﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ، وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ﴾[71]

کوئی تعریف یا شفاعت کی امید کا ذکر یہاں نہیں۔ جو من گھڑت جملے "تِلْكَ الْغَرَانِيقُ الْعُلَىٰ وَإِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجَىٰ"[72] (یہ اعلیٰ مرتبہ دیویاں ہیں، ان کی شفاعت کی امید ہے) روایت کیے جاتے ہیں، وہ کسی بھی صحیح السند روایت میں موجود نہیں۔

علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں: "یہ روایت رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں کیونکہ سورہ نجم میں سراسر ان بتوں کی مذمت ہے"[73] قاضی عیاض فرماتے ہیں: *"یہ روایت صحاح ستہ میں موجود نہیں، اس سے زیادہ اس کے جھوٹ پر کیا دلیل چاہیے؟"* [74]

علامہ ناصر الدین البانی نے اس واقعہ کی تمام روایات کو ضعیف، منقطع یا مجروح راویوں پر مشتمل قرار دے کر "*نصب المجانیق علی قصة الغرانیق*" میں سختی سے رد کیا ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے فرمایا" جو نبی ﷺ *وما ینطق عن الہوی* کا مصداق ہو، وہ *کبھی توحید کے خلاف بات نہ کرے خواہ انجانے میں بھی*)[75]

ابن اسحاق، جن کی روایت کو پیٹر نے نقل کیا، خود اس واقعہ سے برأت کا اعلان کرتے ہوئے فرماتے ہیں" *ھذا من وضع الزنادقة*" (یہ زندیقوں کی گھڑی ہوئی روایت ہے)۔ اور اس کے رد میں انہوں نے پوری ایک کتاب تصنیف فرمائی۔[76]

امام بیہقی نے بھی فرمایا: "*یہ واقعہ نقل کے لحاظ سے ثابت نہیں، راوی سب ضعیف اور مجروح ہیں*"[77]

عقلی طور پر بھی یہ واقعہ ناقابل قبول ہے، کیونکہ: اگر واقعی نبی ﷺ نے ان آیات کا اضافہ کیا ہوتا تو مشرکین طعنہ دیتے جیسا کہ انہوں نے تحویلِ قبلہ پر اعتراض کیا[78]۔

اگر قرآن کا یہ مقام وحی الٰہی نہ ہوتا تو سورہ نجم میں اسی مقام پر ان بتوں کی شدید مذمت کیوں ہوتی؟

قرآن نے فرمایا: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ﴾

ترجمہ: "آپ ﷺ خواہش سے نہیں بولتے۔"[79]

سورۃ حج (22:52) کی آیت ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ...﴾ کا سیاق وسباق سابقہ انبیاء کے بارے میں ہے، نہ کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے۔ اس آیت سے حضور ﷺ پر کوئی شیطانی اثر ثابت نہیں ہوتا۔ اس پر علامہ زمخشری، ابن عطیہ، رازی، مودودی، سب کا اتفاق ہے۔[80]

آخر میں، اگر واقعہ "غرانیق" درست ہوتا تو امام بخاری، امام مسلم، امام مالک، امام ابو داؤد اور دیگر صحاح ستہ کے کسی بھی امام نے اسے ضرور روایت کیا ہوتا۔ "صحیح بخاری میں پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل ہوا کہ جس وقت سورہ نجم کی تلاوت فرمائی تو جن وانس ، مسلمان اور مشرکین نے سجدہ کیا، لیکن اس حدیث میں "غرانیق" کی کوئی بات نہیں ہے، اسی طرح یہ حدیث (جو صحیح بخاری سے نقل ہوئی ہے) دوسرے متعدد طریقوں سے نقل ہوئی ہے لیکن ان میں سے کسی میں بھی "غرانیق" کا لفظ نہیں آیا ہے۔"[81]

یہ واقعہ تمام معتبر کتب حدیث سے خارج ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی ان دیویوں کو شفاعت کی اجازت دی، تاریخی، دینی اور عقلی لحاظ سے باطل، تعصب پر مبنی، اور زندیقانہ پروپیگنڈہ ہے، جسے علماء امت نے صدیوں پہلے باطل قرار دے دیا۔

حضرت زینبؓ بنت جحش کا نکاح اور اعتراضات کا جواب

مستشرق پیٹر کوٹریل نے لکھا کہ حضرت زینبؓ بنت جحش کی شادی محمد ﷺ کے لے پالک بیٹے حضرت زیدؓ سے ہوئی، اور ایک موقع پر آپ ﷺ ان سے متاثر ہوئے، جس کے بعد حضرت زیدؓ نے طلاق دے دی تاکہ آپ ﷺ نکاح کر سکیں۔ یہ دعویٰ قرآن کی آیت (الاحزاب 33:37) کے ساتھ پیش کیا گیا:

وَ اِذ تَقُولُ لِلَّذِیَ اَنعَمَ اللّٰہُ عَلَیہِ ... فَلَمَّا قَضٰی زَیدٌ مِّنہَا وَطَرًا زَوَّجنٰکَہَا...

مصنف اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ آپ ﷺ خود اس نکاح کے خواہاں تھے، اور حضرت عائشہؓ کا تبصرہ بھی بطور اعتراض پیش کرتا ہے۔ مزید یہ کہ آپ ﷺ کی گیارہ بیویوں کا ذکر کر کے تعدد ازدواج پر اعتراض کرتا ہے۔[82]

یہ الزامات بے بنیاد اور اسلام دشمنی پر مبنی ہیں۔ حضرت زینبؓ آپ ﷺ کی پھوپھی زاد تھیں اور آپ ﷺ کی موجودگی میں پلی بڑھیں۔ نکاح حضرت زیدؓ کے ساتھ آپ ﷺ نے خود کروایا، حالانکہ حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی کی رضا کم تھی، مگر فرمانِ نبوی پر راضی ہو گئیں۔[83]

پیر محمد کرم شاہؒ لکھتے ہیں کہ یہ نکاح نسلی تفاخر اور منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کی جاہلی ممانعت کو توڑنے کے لیے تھا۔ شریعت محمدیہ ﷺ مرضی کے بغیر نکاح کو درست نہیں سمجھتی، لیکن یہاں اللہ کے حکم سے یہ نکاح کیا گیا[84]۔

اگر آپ ﷺ کو خواہش ہوتی تو آغاز ہی میں نکاح کر لیتے، حضرت زیدؓ سے کیوں کرواتے؟ ابن حجرؒ کے مطابق اللہ نے وحی میں نکاح کی خبر دے دی تھی، لیکن آپ ﷺ کو اندیشہ تھا کہ مخالفین کو طعن کا موقع ملے گا، اسی طرح آپ ﷺ کے پاس اس وقت چار بیویاں موجود تھیں۔ ایسی صورت میں پانچویں شادی کرنا دشمنان اسلام کو آپ ﷺ کی شخصیت کو مجروح کرنے کا

ایک اور موقع مل جاتا۔ اس لیے آپ ﷺ نے منشائے الٰہی کا علم ہونے کے باوجود اس بات کو چھپائے رکھا۔ اس لیے آپ ﷺ نے زید ؓ کو اللہ سے ڈرنے اور بیوی کو اپنے ساتھ رکھنے کی تلقین کی۔[85]

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ[86]

"اللہ نے تمہارے لے پالکوں کو تمہارے حقیقی بیٹے نہیں بنایا۔"

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ اور امام طبری کے مطابق بھی اللہ تعالیٰ نے اس نکاح کو مشروع کرکے جاہلیت کے باطل قانون کو باطل قرار دیا۔[87]

جس روایت میں "پردے کے پیچھے دیکھنے اور تعریف کرنے "کا ذکر ہے، وہ ابن سعد میں منقطع سند کے ساتھ ہے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں:

"یہ قصہ اہل علم کے نزدیک صحیح نہیں۔"[88]

صحیح بخاری و مسلم میں اس کا کوئی تذکرہ موجود نہیں۔

1 https://books.google.com.pk/books/about/Muhammad.html?id=G-lCygAACAAJ&redir_esc=y
2 https://egst.edu.et/the-life-and-ministry-of-the-late-dr-peter-cotterell-celebrated، https://www.amazon.com/Books-Peter-Cotterell/s?rh=n%3A283155%2Cp_27%3APeter%2BCotterell
3 Petter Cotterrell , Muhammad the Man who transformed Arabia, P:7,8,9
4 Ibid,pg:15
5 Petter Cotterrell , Muhammad the Man who transformed Arabia ,P:4,5
6 Ibid,see pgs:36,55,73,88,103,139,156,167,176,193
7 Ibid,pg:212-230
8 Ibid,pg: 230,231
9 Ibid,pg:15
10 Petter Cotterrell , MUHAMMAD The man who transformed Arabia,P:17
11 Ibid,pg:24-34
12 Ibid,pg:36,113,131
13 Ibid,pg:141,168,205
14 Peter Cottrell, MUHAMMAD The man who transformed Arabia ,pg:7
15 Peter Cottrell, MUHAMMAD The man who transformed Arabia,pg:207-212
16 ibid,pg:8
17 Ibidpg:7
18 Ibid,pg:15
19 دیکھیے petter cottrell کی کتاب MUHAMMAD the man who transformed Arabia بالترتیب صفحہ نمبر 14,45,76,98,167,227
20 MUHAMMAD The man who transformed Arabia, pg : 17
21 النساء، 4:150، 151
22 التوبہ، 10:129
23 النساء، 5:157
24 امام بخاری، صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب نزول عیسیٰؑ ابن مریم، ترجمہ (حضرت سید زین العابدین ولی)، ح3264، ج3، ص1272
25 امام ابو الحسن اشعریؒ، الابانہ عن اصول الدیانہ، ترجمہ: ابو محمد موھب، سلفی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، قصور، پاکستان، مئی 2017ء، ص34

[26] زبور ششم، درس4، بحوالہ: معارف القرآن از مولانا مفتی محمد شفیع، مرتبہ معارف القرآن کراچی، اپریل 2008ء، ج:2، ص:602
[27] ایضاً، ج:2، ص:602

Petter Cotterrell , Muhammad the Man who transformed Araba,P 43[28]

[29] ال عمران، 97:3
[30] محمد قاسم عطاری، تفسیر صراط الجنان، سورۃ ال عمران، آیت 97، 96
[31] البقرہ، 158:2

Ibid,pg:26,29[32]
Ibid, Pg;23[33]
Ibid, Pg:24[34]
,[35] ibid,pg|:20,25,44,62,
Ibid,pg;146[36]
[37]Ibid, Pg:24

[38] الواقعہ، 56:79-80
[39] دیکھیے الفرقان، 5:25
[40] البقرہ، 23:2
[41] البروج، 22:85
[42] بحوالہ ہیکل حسین، حیات محمد، مقدمہ Muir.william: Life of Muhammad
ابن سعد، طبقات الکبری، ج 1، ص268

[43] سیوطی، جلال الدین، الاتقان، فی علوم القرآن جلد 1: ص:59-77، زرقانی، عبد العظیم، مناہل الفرقان، ص 301،
[44] ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ج3، ص435
[45] بائبل سے قرآن تک، محمد تقی عثمانی، ترجمہ: دار العلوم کراچی، س ن، ج:2، ص:428
[46] عینی بدرالدین عمدۃ القاری شرح البخاری تقی عثمانی، علوم القرآن، ص:179، امین احسن اصلاحی، مولانا، تدبر القرآن، ج:11، ص:33
[47] افغانی، شمس الحق، علوم القرآن امجد اکیڈمی، لاہور، ص136-138

[48] محمد اکرم چوہدری ڈاکٹر، orientalism on variant Reading of Islam:The case of arther jeffery,The American journal of Islamic social Sciences,1995)
[49]

[50] بنی اسرائیل، 17: 1
[51] البخاری، الصحیح البخاری، **باب المعراج، حدیث:3887، ج:2، ص:178**
[52] **احمد بن محمد قسطلانی، المواھب اللدنیہ، فرید بک سٹال لاہور، 2004ء، ص:497، محمد بن اسماعیل، البخاری، کتَاب مَنَاقِبِ الْأَنْصَارِ، باب المعراج، رقم الحدیث 3887**
[53] ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ج:3، ص:154
[54] معراج النبی ایک علمی محاکمہ - ماہنامہ منہاج القرآن اگست 2007ء شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، ترتیب و تدوین منہاجین محمد یوسف
[55] ابو جعفر طحاوی، العقیدہ الطحاویۃ، بحوالہ معراج النبیؐ احادیث کی روشنی میں اور تکذیب، عالم رضوی مصباحی روزنامہ سہارا (roznamasahara.com
[56] محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی مکتبہ ابراہیمیہ حیدر آباد دکن، س:ن، جلد 1، ص:58-68، محمد حمید اللہ، **مجموعہ الوثائق السیاسیہ للعھد النبوی الخلافہ الراشدہ**، دار النفائس بیروت، الطبعہ الخامسہ، ۱۹۸۵ء ص:57-74
[57] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، محمد رسول اللہ کی حکمرانی و جانشینی، مترجم پروفیسر خالد پرویز، بیکن بکس قدرتی مارکیٹ اردو بازار لاہور، س:ن

[58]
[59]
[60] الانفال، 9:8
[61] عبد الحکیم شرف قاسمی مولانا، **شرح النووی**، دار السلام، لاہور س:ن، جلد:6 صفحہ:89 تا 91

[62] البروج، 8:85
[63] النساء، 160:4
[64] صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی بہ، روایت نمبر 2957
[65] ابن تیمیہ۔ السیاسۃ الشریعۃ فی اصلاح الراعی والرعیہ۔ ترمیم شدہ علی سمیل، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1998، ص۔ 28
[66] United States Code. Uniform Code of Military Justice (UCMJ). Articles 90–92. https://www.ucmj.us
[67] آل عمران 140:3
[68] آل عمران، 139:3
[69] الواقدی، کتاب المغازی ج:3، ص413.414:۔ عالم الکتب بیروت۔ طبعہ ١٩٧٦ء، ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ۔، ج:3، ص:67 اور احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل ج:3 ص:351 المکتب الاسلامی۔ الطبعہ الخامسہ:1995ء)، صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب امداد الملائکۃ فی غزوۃ بدر و اباحۃ الغنائم حدیث نمبر:1743۔ اور ابن جریر، تاریخ طبری ج:2، ص:475-474 دار سویدان بیروت, ط،:1977
[70]
[71] سورہ نجم، 19:53 -20
[72] "غرانیق" "غرنوق" کی جمع ہے، ایک سیاہ اور سفید رنگ کا پرندہ ہے، لیکن اس کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی آیا ہے۔
[73] **رازی، فخر الدین، علامہ، تفسیر رازی، ج:۲۳، ص:۵۱**
[74] ابو الفضل عیاض بن موسیٰ، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، جائزہ الدولیۃ للقرآن المجید الطبعہ الاولیٰ 2013ء)
[75] عبد الحق دہلوی مدارج النبوۃ، مترجم: غلام معین الدین مکتبہ دانش دیوبند، 1981ء ج:2، ص 101۔102
[76] پیر محمد کرم شاہ الازھری، سیرۃ النبی، جلد دوم، مکتبہ ضیاء القرآن پبلکیشنز، لاہور، 1994ء، ص 350
[77] بیہقی، محمد بن حسین، دلائل النبوۃ و معرفہ احوال صاحب الشریعہ، دار الکتب التراث، الطبعہ الاولیٰ:1988
[78] حفظ الرحمن سیوہاروی، بلاغ المبین ص 55۔56
[79] النجم، 3:53
[80] پیر محمد کرم شاہ الازھری، سیرۃ النبی، مکتبہ ضیاء القرآن پبلکیشنز، لاہور، 1994ء ج:2، ص:3، ابو الاعلیٰ مودودی، سیرت سرور علم، ج:2, ص:466، مولانا مودودی، تفہیم القرآن، ج:3, ص:586
[81] **رازی، فخر الدین، علامہ، تفسیر رازی، ج:23، ص:51**
[82]**[Peter Cotterell, Muhammad: The Man Who Transformed Arabia, p.110**
[83] آلوسی، *روح المعانی*، ج22-23؛ ابن کثیر، *تفسیر القرآن العظیم*، ج:3، ص:624
[84] الازھری، کرم شاہ، *تفسیر ضیاء القرآن*، ج:7، ص:524
[85] ابن حجر عسقلانی، *فتح الباری*، ج8، ص:524
[86] :الاحزاب:21:4
[87] :ابن جریر طبری، تفسیر طبری، سورۃ الاحزاب:37، مبارکپوری، صفی الرحمٰن، مولانا، *الرحیق المختوم*، ص 13
[88] :ابن کثیر، *تفسیر ابن کثیر، الاحزاب:37*